

رسائل وسائل

حقوق العباد اور مزاج کا اختلاف

سوال: اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی بہت اہمیت ہے اور ہم مسلسل قرآن و حدیث میں اس کے حوالے سے احکامات پڑھتے رہتے ہیں۔ اس پر عمل نہ کرنے والوں کے لیے سخت عدیدیں بھی ہیں، بالخصوص صدر حجی، یعنی خاندان اور رشتہ داروں کے حوالے سے۔ اس ضمن میں چند عملی پہلو ہیں جو پریشان کن ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ ان کا تسلی بخش جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیں اور رہنمائی فرمائیں:

- ۱۔ اگر حقوق العباد سے مراد ہر ایک کو خوش کرنا ہے تو عملایہ بہت مشکل کام ہے۔ تمام کوشش کے باوجود بھی کچھ رشتہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ کسی نہ کسی بات پر آپ سے ناراض ہی رہتے ہیں یا ناراضی کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں اور جھگڑا کرنے پر شُلے رہتے ہیں۔ اگر کسی بات پر خاموش رہا جائے تو ”گھنٹے“ اور جواب دیا جائے تو زبان دراز، سمجھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بڑے بہن بھائیوں کے ساتھ کس طرح کارویہ اختیار کرنا چاہیے، جب کہ وہ ہمارے معاملات میں بھی اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کروانا چاہتے ہوں؟
- ۲۔ ”خاندان“ کو معاشرتی اکائی سمجھا جاتا ہے۔ اس خاندان سے مراد نکاح کے بعد میاں بیوی سے بننے والا خاندان ہے یا وسیع پیانے پر مشترکہ خاندانی نظام؟ نیز مشترکہ خاندانی نظام کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
- ۳۔ اسلام میں ایک فرد کی پرائیویٹی کا کیا تصور ہے؟

۳۔ اسلام میں مزاج کے اختلاف کی گنجائش ہے اور ہم سیرت صحابہؓ میں دیکھتے ہیں کہ مختلف مراجبوں کے افراد کس طرح سے ایک ہی پھرتوں کے نیچے جمع ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی مزاج کے اختلاف کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو کوئی کتنا مکلف ہے کہ اپنے اخلاص کو ثابت کرنے کے لیے صفائیاں پیش کرے یا بس چپ کر کے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے؟

جواب: بلاشبہ حقوق العباد کی اہمیت ہے اور اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ شرک کو چھوڑتے ہوئے بقیہ تمام بے احتیاطیوں کو اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے حوالے سے معاف فرم سکتا ہے، لیکن حقوق العباد کا تعلق چونکہ اس کے بندوں سے ہے اس لیے اپنے بندوں کا آقا و مالک ہونے کے باوجود وہ ان کے پامال کیے جانے کو اپنے دائرہ اختیار سے خود خارج فرماتا ہے۔

حقوق العباد سے مراد وہ تمام حق ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں، مثلاً جان، مال، عزت، شہرت کے تحفظ کا حق، کسی کے مال کو بغیر اس کی اجازت کے تصرف میں لانا، کسی کو اس کی موجودگی یا غیر موجودگی میں تفحیک کا نشانہ اس طرح بنانا کہ وہ اوروں کی نگاہ میں کم تر ہو جائے یا خود اس سے تکلیف پہنچے۔ اس عمومی تعریف سے آگے بڑھتے ہوئے آپ نے خود جو تعریف متعین کی ہے وہ قابل غور ہے، یعنی ”ہر ایک کو خوش کرنا“۔ میری رائے میں یہ کہنا درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول کو راضی کرنے میں بنیادوں کو قرآن و حدیث نے واضح کر دیا ہے، یعنی اللہ کی نافرمانی ہونے کی شکل میں کسی مخلوق کی فرمان برداری نہیں ہوگی۔ اگر شوہر، باپ، بھائی، ماں، بہن یا دیگر قریبی رشتہ داروں کو خوش کرنے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ہدایات کی خلاف ورزی ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں۔ ہاں، اللہ اور رسول کی اطاعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ماں باپ کو شوہر کو یا بیوی کو خوش دیکھنے کے لیے کوئی کام کرنا یعنی شریعت کی پیروی ہے۔ یہاں یہ بات بھی سامنے رہے کہ جہاں تک خوش کرنے کا تعلق ہے اسلام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ خاتون تو ہر وقت شوہر، بھائی، ماں باپ کو خوش کرنے میں جان ہلان کرتی رہے اور شوہر صرف خوش ہوتا رہے۔ عمل دونوں پر یکساں طور پر واقع ہوگا کیونکہ قرآن کریم نے دلوں کو فیصلہ کر دیا ہے کہ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَ لِلرِّجَالِ

عَلَيْهِنَّ دَرَجَةً طَوَّلَ اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (البقرہ ۲۲۸:۲)، یعنی ”عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر دیے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں“۔ یہ ایک معاشرتی نفایاتی بھول ہے کہ عورت تو مرد کو خوش کرنے کی پابند ہو لیکن مرد تمام حقوق سے آزاد!

اس جملہ مفترضہ سے قطع نظر یہ بات درست ہے کہ اسلام خاندان کو ایک بنیادی معاشرتی و تہذیبی اکامی قرار دیتا ہے۔ اگر اس اکامی کو خارج کر دیا جائے تو معاشرہ اور تہذیب دونوں کی عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔ مزید یہ بات بھی درست ہے کہ اسلام وسیع تر خاندان کو ایک اسلامی خاندان قرار دیتا ہے:

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَلِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَاجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ
حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَبَائِكُمْ أَوْ
بُيُوتِ أَمْهِتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَلِيلِكُمْ أَوْ مَا
مَلَكُتُمْ مَقَاتِحَةً أَوْ صَدِيقِكُمْ طَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا
أَوْ أَشْتَاتَا طَفَلًا دَخَلْتُمْ وَوْدُوْتًا فَسِلَمْوًا عَلَى أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
مُبَرَّكَةً طَبِيَّةً طَكَذِيلَكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْأَيْتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۵ (النور
۷۱:۲۲)

اور نہ تمہارے اوپر اس میں کوئی مضافات ہے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ و ادا کے گھروں سے، یا اپنی ماں نانی کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہاری سپردگی میں ہوں، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ البتہ جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، دعاۓ خیر، اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی، بڑی بارکت اور پاکیزہ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے آیات بیان کرتا ہے،

توقع ہے کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو گے۔

قرآن کریم جگہ رشته داروں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ چنانچہ سورۂ خلی میں فرمایا: ”اللہ عدل اور احسان اور صلة رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمسیح نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو (۹۰:۱۲)۔ اسی طرح رشته داروں کی طرف سے بدسلوکی اور ایسے رویے کی بنا پر جو ایک فرد کو ناگوار ہو، قطع تعلق کرنا یا ان کے حقوق سے باہر روک لینے کو قرآن کریم نے صاف طور پر منع فرمایا ہے:

وَلَا يَأْتِي أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةٌ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَى
وَالْمَسَاكِينُ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَيَعْفُوا وَلَيُصْفَحُوا طَالَ
تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ طَالَ اللَّهُ عَفْوُرَ رَحِيمٌ ۝ (النور: ۲۲: ۲۳)، تم میں
سے جو لوگ صاحبِ فضل اور صاحبِ مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کہا بیٹھیں کہ
اپنے رشته دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے، انھیں معاف
کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمسیح معاف کرے، اور
اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔

سورۂ بقرہ میں قرابت کو توڑنے پر وعید آئی ہے: ”جو اللہ کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد
توڑ دیتے ہیں اور جس چیز (رشته قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو توڑتے ہیں
اور زمین میں خرابی کرتے ہیں، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں“۔ (البقرہ: ۲)

مندرجہ بالا قرآنی آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اولاد خاندان اور خاندانی حقوق،
یعنی مل جل کر کھانا کھانا، گھر میں داخل ہونا، ربط و تعلق کو برقرار رکھنا یہی خاندان کا مقصد ہے۔ اس
سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ سب لوگ ایک چھت کے نیچے ہی رہیں بلکہ
باپوں بھائیوں وغیرہ کے تذکرے سے یہ بات واضح ہوئی کہ ان کے گھر الگ الگ ہو سکتے ہیں۔
ورثہ باپوں کے گھر، بھائی کے گھر، وغیرہ کا تذکرہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ یہ بات بھی سمجھادی گئی کہ جو
رشته اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیے ہیں، ان کو قطع کرنا اللہ کی حدود کا پامال کرنا ہے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو اسلام کا تصورِ خاندان یہ نظر آتا ہے کہ اگر ایک شخص اپنے

والدین کے گھر میں رہتا ہے، تو اسے اپنی بیوی کو اُس آزادی سے محروم کرنے کا حق نہ ہوگا جو اللہ نے اسے دی ہے، یعنی اپنے شوہر اور بچوں کے سامنے ساتر اور اچھے لباس میں آنا، گھر میں ایسی تہائی کا پایا جانا جہاں میاں بیوی بلا کسی روک ٹوک کے جس طرح چاہیں ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلفی سے پیش آ سکتی۔

اسلام کا پرانیویکی کا تصویر قرآن کریم نے واضح کر دیا ہے، یعنی وہ اوقات جن میں گھر کے بنچے ہوں یا ملازم، وہ بغیر اجازت اندر نہیں آ سکتے۔ ایسے ہی شوہر اور بیوی کی آپس کی گفتگو میں بعض ایسے امور ہیں جو صرف بیوی یا شوہر کے علم میں ہوں اور کسی اور کو اس کا علم نہ ہو۔ حضور نبی کریمؐ کا ایک اُم المؤمنینؓ سے کسی بات کا ذکر کرنا اور ان کا اسے دوسری تک پہنچانا قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اس کی اجازت نہیں۔ یہ بات کی امانت کی تعریف میں بھی آتا ہے۔

بڑے بھائی بہن ہوں یا چھوٹے، ہر ایک کے لیے اصول ایک ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں ان میں سے کسی کی اطاعت نہیں۔ ہاں، اس دائرے میں رہتے ہوئے اگر انھیں کوئی تحفہ دینا، یا کوئی اچھی بات، کوئی نصیحت، کوئی بھلائی کا عمل کیا تو یہ مطلوب و مرغوب ہے۔ ان کی مرضی کے مطابق کوئی فیصلہ کرنا جو عدل، حق اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے منانی ہو، کسی بھی شکل میں نہیں کیا جاسکتا۔ انھیں سمجھانا اور یہ بتلانا کہ اس طرح کے فیصلے میں آپ کا اور خود ان کا خسارہ ہے، آپ پر فرض ہے۔

مزاجوں کا فرق ایک فطری بات ہے اور یہ امہات المؤمنینؓ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم السَّلَامُ سب میں پایا جاتا ہے۔ آخر ایک اُم المؤمنینؓ کو لمبے ہاتھ والی کیوں کہا گیا، ایک صحابی کو حیا میں دوسروں سے زیادہ کیوں سمجھا گیا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ دوسروں میں حیا نہیں تھی؟ قطعاً نہیں۔ حیا تو ایمان کا بڑا حصہ ہے۔ اس لیے حضرت عثمانؓ کے مزاج اور دیگر صحابہؓ کے مزاج میں فرق تھا، ورنہ ہر صحابی حیا کا مجسم تھا۔

اس فطری فرق کا مطلب یہ ہوا کہ جب قرآن یہ کہتا ہے کہ اہل ایمان کو کاظمین الغیظ اور رحما بینهم ہونا چاہیے تو وہ ان مزاجوں کے اختلاف کی بنا پر ہی یہ بات کہتا ہے، اور چاہتا ہے کہ اس فطری اختلاف کے باوجود ان کا مجموعی طریقہ عمل وہی ہو جو عالمِ انسانیت کے لیے بھیجے

گئے، کامل ترین اسوہ حسنہ رکھنے والے انسانُ کا تھا۔ چونکہ آئندہ میل اور نمونہ آپُ کی ذات ہے، اس لیے مزاجوں کے فرق کے باوجود جب ایک مومن یا مومنہ دوسروں کو مسکراتے چڑے سے دیکھئے، دوسرے کی غلطی پر عفو و درگزر کرے، دوسرے کی جانب سے تکلیف پہنچنے پر کشادگی قلب کے ساتھ اس کے حقوق کو پورا کرے، اور صرف اس لیے ایسا کرے کہ اس سے رب خوش ہوگا، تو پھر ایسے فرد کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت، کامیابی اور آخرت میں اعلیٰ مقامات کا وعدہ فرمایا ہے۔

وہ مشہور حدیث سامنے رکھیے جس میں آپؐ فرماتے ہیں: ”وَهُوَخُصُّجُوبَدِلَّمِيْنَرَشِّتَدَارَوْنَ كَالْحَاظَكَرَتَأَ، وَهُوَمَكْلِدَرَبَّيَكَرَدَرَجَيَكَرَنَوَالَّاَنَّبِيَّهُ“۔ (بخاری، عن ابن عمر)۔ گویا اگر کسی کی بھلانی کے بد لے میں ہم نے بھلانی کر دی تو یہ صدر جمی نہیں۔ صدر جمی تو وہ ہے کہ ایک طرف سے تکالیف ہو رہی ہوں اور دوسری جانب سے عنایات و لطف و کرم کا معاملہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے کچھ رشته دار ہیں جن کے حقوق میں ادا کرتا ہوں اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حُسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بد سلوک کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حُلم و بُردا باری سے پیش آتا ہوں اور وہ جہالت بر تھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو گویا تو ان کے چہروں پر سیاہی پھیر رہا ہے۔ اللہ ان کے مقابلے میں ہمیشہ تیر مددگار رہے گا جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا۔ (مسلم)

اس حدیث اور حضرت ابو بکرؓ کے سیدہ عائشہؓ پر بہتان لگانے والے رشته دار کے طرزِ عمل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام قطع جمی کو پسند نہیں کرتا، اور صدر جمی کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو آپؐ کے حقوق ادا نہ کرے آپؐ اس کے حقوق میں کمی نہ کریں۔ (ذاکثر انیس احمد)

اہم گزارش: اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماننا مہم عالمی ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ قارئین اپنی ذمہ داری پر معاملات کریں۔ (ادارہ)